# فہرست مضامین


## حرف آغاز

تہذیب وسیاست کی تعمیر میں اسلام کا کردار — سید جلال الدین عمری — ۵

## تحقیق وتنقید

قانون سازی میں عدلیہ کا کردار — ڈاکٹر مقبول حسن — ۱۷

## بحث ونظر

تکثیری معاشرہ کے لیے قرآنی ہدایات — ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی — ۲۹

حکومت کے ذرائع آمدنی اوران کی تحصیل کے بنیادی اصول — ڈاکٹر سعدیہ گلزار — ۵۳

مغربی اوراسلامی تہذیبوں میں عورت کا مقام [مریم جمیلہ کے افکار کا مطالعہ] — محترمہ نجم السحر — ۷۳

کلامِ اقبال میں تصورِ معیشت — ڈاکٹر علی محمد — ۸۵

## سیر وسوانح

سید شریف رضی اوران کی کتاب 'نہج البلاغۃ' — جناب ابوطلحہ — ۱۰۱

## تعارف وتبصرہ

قرآنی مطالعات — مولانا محمد جرجیس کریمی — ۱۱۱

مسلم اسپین (تہذیبی وثقافتی تاریخ) — جناب اسامہ شعیب — ۱۱۳

عہد اورنگ زیب میں علماء کی خدمات — ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی — ۱۱۴

فکر کی غلطی — ،، ،، ،، — ۱۱۶

دینی رسائل کے اشاریے — ،، ،، ،، — ۱۱۷

خبرنامہ ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی (۵۵) — ۱۱۹

مضامین کا انگریزی خلاصہ — ۱۲۸-۱۲۱

# اس شمارے کے لکھنے والے


۱۔ ڈاکٹر مقبول حسن

صدر شعبۂ اسلامیات، بحریہ کالج کارساز، کراچی (پاکستان)

maqboolhassan313@gmail.com

۲۔ ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

سکریٹری تصنیفی اکیڈمی، جماعت اسلامی ہند، نئی دہلی

mrnadvi@yahoo.com

۳۔ ڈاکٹر سعدیہ گلزار

لکچرر شعبۂ اسلامیات، لاہور کالج برائے خواتین یونی ورسٹی، لاہور

sadiagulzar_lcwu@yahoo.com

۴۔ محترمہ نجم السحر

ریسرچ اسکالر، شعبۂ اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی

najmu.sahar@gmail.com

۵۔ ڈاکٹر علی محمد

اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اسلامک اسٹڈیز، اسلامک یونی ورسٹی آف سائنس اینڈ ٹکنالوجی،
اونتی پورہ، کشمیر alimohd1265@gmail.com

۶۔ جناب ابوطلحہ

ریسرچ اسکالر، شعبۂ عربی، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ

abutalhaalig86@gmail.com

۷۔ مولانا محمد جرجیس کریمی

رکن ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی، علی گڑھ

jarjees.karimi@yahoo.com

۸۔ جناب اسامہ شعیب

ریسرچ اسکالر، شعبۂ اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

usama9911@gmail.com

۹۔ سید جلال الدین عمری

صدر ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ

# تہذیب وسیاست کی تعمیر میں اسلام کا کردار

ـــــــــــــــــ سید جلال الدین عمری

گزشتہ سال ۲۳۔ ۲۴؍فروری ۲۰۱۴ء میں ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی کے زیر اہتمام ایک سمینار منعقد ہوا تھا۔اس میں صدرِ ادارہ وامیر جماعت اسلامی ہند مولانا سید جلال الدین عمری نے سمینار کے مرکزی موضوع پر کلیدی خطاب فرمایا تھا۔کچھ باتیں زبانی بھی پیش کی تھیں۔انھیں تحریری شکل دی گئی۔اب مولانا کی نظر ثانی اور جزوی حذف واضافہ کے بعد اسے افادۂ عام کی غرض سے یہاں شائع کیا جارہاہے۔ یہ مضمون سمینار کے مجموعۂ مقالات میں بھی شامل ہے، جو عن قریب شائع ہونے والا ہے۔ (رضی الاسلام)

**الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین ومن تبعہم باحسان الی یوم الدین۔**

صدر محترم! جناب ظفر الاسلام خاں صاحب، صدر مسلم مجلس مشاورت وایڈیٹر ملی گزٹ، جناب نصرت علی صاحب، قیم جماعت اسلامی ہند، ڈاکٹر صفدر سلطان اصلاحی صاحب، سکریٹری ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی وکنوینر سمینار، مولانا محمد جرجیس کریمی صاحب، معاون کنوینر ورکن ادارہ، بزرگو، دوستو اور محترم خواتین!

## موضوع کی عصری اہمیت

میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے ادارۂ تحقیق کو عصری اہمیت کے حامل ایک اہم موضوع پر سمینار منعقد کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

ہم سب جانتے ہیں کہ تہذیب اور سیاست کا بڑا گہرا رشتہ ہے۔تہذیب سیاست پر اور سیاست تہذیب پر اثر انداز ہوتی ہے۔اس کے ساتھ یہ بھی واقعہ ہے کہ ان

دونوں کا تعلق فرد سے بھی ہے اور سماج سے بھی۔آج یہ عالمی سطح پر ایک اہم اور زندہ موضوع ہے، جس پر مختلف پہلوؤں سے بحث ہورہی ہے۔

## تہذیبوں کا تنوع

کسی قوم کی تہذیب سے اس کے مذہبی خیالات، روایات، رسم ورواج، لباس، وضع قطع، تقریبات، شادی بیاہ کے اصول وضوابط، مسرت وشادمانی اور رنج وغم کے اظہار کے طریقے، کھیل کود اور تفریحات مراد ہوتی ہیں۔علم وادب، آرٹ اور فنون لطیفہ بھی تہذیب کے مظاہر ہیں۔ہر قوم کو اپنی تہذیب عزیز ہوتی ہے، اس لیے کہ اس سے اس کی پہچان ہوتی ہے اور دوسروں سے اس کا امتیاز قائم ہوتا اور انفرادیت ظاہر ہوتی ہے۔تہذیب کے بعض اصول وضوابط مستقل ہوتے ہیں اور مختلف عوامل کے زیر اثر وہ تبدیلی بھی قبول کرتی ہے۔تہذیبوں کے درمیان کئی پہلوؤں سے فرق و امتیاز واقع ہوتا ہے۔ جو قبائل جنگلات یا پہاڑوں میں رہتے ہیں ان کی تہذیب میدانی علاقوں کے باشندوں سے مختلف ہوتی ہے۔اسی طرح شہری اور دیہاتی تہذیبوں میں فرق ہوتا ہے۔ شہر کے باشندوں کے بہت سے طور طریقے دیہات کے رہنے والوں سے جدا ہوتے ہیں۔تہذیب پر تعلیم اور تمدن کا بھی اثر پڑتا ہے۔جو قومیں تعلیم اور تمدن کے میدان میں آگے ہوتی ہیں ان کی تہذیب ان قوموں کی تہذیب سے بڑی حد تک جدا ہوتی ہے جو جہالت کا شکار ہوتی ہیں یا جن میں تعلیمی پس ماندگی پائی جاتی ہے۔تمدنی ترقی اور عدم ترقی سے بھی تہذیبوں میں نمایاں فرق واقع ہوجاتا ہے۔تہذیب کا معیشت سے بھی گہرا تعلق ہے۔تاریخ کے ابتدائی دور میں انسان کی بود وباش اور معاشی تگ ودو محدود علاقہ میں ہوتی تھی، اس کی معیشت کا دار ومدار زیادہ تر زراعت، مویشی پالنے اور چھوٹی موٹی دست کاری پر تھا۔لیکن جب صنعتی انقلاب آیا، بڑے بڑے کارخانے قائم ہوئے، تجارت نے ترقی کی اور قوموں کے درمیان آمد ورفت بڑھی تو تہذیب اور کلچر میں بھی فرق واقع ہوا۔

## تہذیبوں کے اختلاط کے اثرات

تہذیبوں کا اختلاط بھی ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتا ہے اور وہ شعوری یا

غیر شعوری طور پر ایک دوسرے کے طور طریقے اور رسم و رواج اختیار کرنے لگتے ہیں۔ اسی طرح مغلوب قوموں میں غالب اقوام کی تہذیب کو نقل کرنے کی نفسیات پائی جاتی ہے اور وہ ان کی تہذیب کو آہستہ آہستہ قبول کرتی چلی جاتی ہیں، بلکہ بعض اوقات اس میں فخر محسوس کرنے لگتی ہیں۔ اس سب کے باوجود ہر قوم کی تہذیب میں انفرادیت بھی پائی جاتی ہے۔ اس کا تعلق اس کے مذہبی خیالات اور ان روایات سے ہوتا ہے، جن کی وہ ہر حال میں پابند رہتی ہے یا رہنا چاہتی ہے۔

## تہذیب کے سلسلے میں اسلامی اصول

اسلام کی اساس توحید، رسالت اور آخرت کے عقائد پر ہے۔ وہ اسی پر زندگی کے تمام شعبوں کی تعمیر کرتا ہے۔ اس کی تہذیب بھی اسی اساس پر استوار ہوتی ہے۔ یہ اصولی طور پر ان تہذیبوں سے مختلف ہے جن میں نہ تو خدا کا کوئی واضح تصور ہے اور نہ وحی و رسالت اور آخرت ہی کو وہ تسلیم کرتی ہیں۔

اسلام اپنے عقیدے اور فکر کے لحاظ سے ایک عالم گیر دین ہے۔ اس کا تعلق کسی خاص قوم یا علاقہ سے نہیں ہے، اس لیے اس نے کسی خاص قوم کی تہذیب کو اختیار نہیں کیا، بلکہ تہذیب کے سلسلے میں بعض اصول فراہم کیے ہیں۔ ان کی پابندی اور نگہ داشت کے ساتھ ہر قوم اپنی اپنی تہذیب پر عمل کر سکتی ہے۔ ان میں سے بعض اصولوں کی یہاں وضاحت کی جارہی ہے:

### ۱۔ تہذیب شرک سے پاک ہو:

پہلی بات یہ کہ یہ تہذیب شرک سے پاک ہے۔ اسلام عقیدۂ توحید کا قائل ہے۔ وہ کسی ایسی تہذیب کو صحیح نہیں سمجھتا جس میں خدا کا انکار یا شرک کی آمیزش ہو، وحی و رسالت کو فریب سمجھا جائے یا آخرت سے بے نیازی اختیار کی جائے اور دنیا ہی کو مقصد بنا دیا جائے، اس لیے کہ یہ اس کے بنیادی فکر کے متصادم ہے۔ اس پہلو سے وہ مشرکانہ تہذیب کے خلاف ہے، جس میں دیوی دیوتاؤں یا اصنام پرستی یا مظاہر کائنات کی پرستش ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ کسی ایسے کلچر کی بھی اجازت نہیں دیتا جس میں مذاہب اور

ان کی محترم شخصیتوں کا عدمِ احترام پایا جاتا ہو۔

### ۲۔اخلاق کی پابندی:

اسلامی تہذیب کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اسلام تہذیب اور کلچر کے نام پر عریانی اور بے حیائی کی اجازت نہیں دیتا۔ اس طرح کے ادب، آرٹ یا منظر کشی کو صحیح نہیں سمجھتا جو بداخلاقی پر مبنی ہو، یا جس سے حیا اور شرم کا فطری جذبہ مجروح ہو۔ اسی طرح وہ اس تہذیب کی بھی ہمت شکنی کرتا اور اسے غلط قرار دیتا ہے جو 'لہو الحدیث' میں شامل ہو، جس سے سفلی جذبات ابھریں اور اعلیٰ مقاصدِ حیات کو نقصان پہنچے۔

اسلام اس کلچر کو بھی صحیح نہیں سمجھتا جس میں دنیا مقصودِ حیات ہو اور انسان اسی زندگی کو اول و آخر سمجھنے لگے۔ عیش و عشرت کا مظاہرہ ہو، رنگ رلیاں ہوں، شباب و کباب ہو، 'بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست' کے تصور کے ساتھ آدمی یہ حیاتِ چندروزہ گزارے۔ وہ اسے خدا پرستوں کا نہیں، بلکہ منکرینِ خدا و آخرت کا ذہن قرار دیتا ہے: يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ (الروم:۷) ''یہ لوگ دنیا کی زندگی کا بس ظاہری پہلو جانتے ہیں اور آخرت سے بالکل غافل ہیں۔''

## اسلامی تہذیب کے بعض مظاہر

اسلام نے تہذیب کے سلسلے میں اس طرح کے جو اصول فراہم کیے ہیں، ان کی پابندی کے ساتھ ہر قوم اپنی تہذیب پر عمل کرسکتی ہے۔ اسے دو ایک مثالوں سے بہ آسانی سمجھا جاسکتا ہے:

تہذیب اور کلچر میں تقریبات، دعوت وضیافت، خورد و نوش کے طریقے بھی آتے ہیں۔ بعض چیزیں پسند کی جاتی ہیں، بعض ناپسند۔ افراد کے ساتھ بھی یہ معاملہ ہوتا ہے اور قوموں کے ساتھ بھی۔ قوموں کی روایات اور معمولات میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اسلام نے اس سلسلے میں صرف اصولی ہدایات دی ہیں اور ہر قوم کے لیے اپنے کلچر کی گنجائش رکھی ہے۔ اس نے کہا کہ اللہ نے کھانے پینے کی چیزوں میں چند ایک کو حرام کیا ہے، ان کی تفصیل اس نے بتادی ہے: وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ۔ (الانعام:۱۱۹) ''جن

چیزوں کا استعمال اللہ نے حرام کردیا ہے، ان کی تفصیل وہ تمھیں بتا چکا ہے۔'' اس کے علاوہ سب ہی چیزیں حلال ہیں، ان سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اس نے گوشت کو انسانی غذا کا حصہ قرار دیا اور گوشت خوری کو جائز قرار دیا، البتہ ہدایت کی کہ مباح جانور بھی ذبح ہو تو اللہ کے نام پر ہو: فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ۔ (الانعام: ۱۱۸) ''پھر اگر تم لوگ اللہ کی آیات پر ایمان رکھتے ہو تو جس جانور پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اس کا گوشت کھاؤ۔'' غیر اللہ کے نام پر کیا گیا ذبیحہ جائز نہیں ہے: وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ۔ (الانعام: ۱۲۱) ''اور جس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح نہ کیا گیا ہو اس کا گوشت نہ کھاؤ۔ ایسا کرنا فسق ہے۔'' کھانے پینے کا طریقہ کیا ہو؟ گھر کے سب لوگ ایک ساتھ کھائیں یا الگ الگ کھاسکتے ہیں؟ قرآن نے کہا: جس میں سہولت ہو یا جس کا رواج ہو، اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعاً اَوْ اَشْتَاتاً۔ (النور: ٦١) ''اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ تم لوگ مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔''

اس کی ایک اور مثال لباس کی ہے۔ گرم ملکوں کا لباس ٹھنڈے ملکوں کے لباس سے الگ ہوتا ہے۔ اس میں قوموں اور ملکوں کے حالات اور سماجی روایات کا عمل دخل بھی دیکھا جاتا ہے۔ اس پہلو سے ہر قوم کی کی تہذیب کی نمائندگی ہوتی ہے۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو کسی خاص لباس کا پابند نہیں بنایا، بلکہ اصولی ہدایات دیں۔ اس نے عریانی کو ختم کیا، مرد اور عورت کے ستر کے حدود مقرر کیے کہ دونوں کے لباس اس سے کم نہ ہوں۔ اس کے ساتھ یہ بھی بتایا کہ مرد اور عورت کے لباس میں فرق ہونا چاہیے۔ اس نے کہا کہ لباس وجہِ زینت بھی ہے، اس کا اہتمام کیا جاسکتا ہے۔ اس کے ساتھ اس نے تشبّہ سے منع کیا، یعنی ایسے لباس سے احتراز کیا جائے جو کسی دوسری قوم کی تہذیبی شناخت ہو اور اس کے استعمال سے ایک مسلمان کی شناخت ختم ہوجائے: من تشبّہ بقوم فھو منھم۔ (ابوداؤد: ۴۰۳۱) ''جس شخص نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ انھی میں سے ہے۔'' اسی طرح بعض اور اصولی ہدایات بھی دیں، مثلاً یہ کہ مردوں کو ریشم اور سونے کا استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح شادی بیاہ کے ذیل میں بھی بعض اصولی ہدایات دی گئیں، مثلاً بیوی کی رضامندی ہو، مہر کا تعین ہو،

اعلانِ نکاح ہو اور سادگی ہو۔ باقی چیزیں، جو خوشی کے موقع پر اختیار کی جاتی ہیں، انھیں رسم و رواج پر چھوڑ دیا گیا۔

## اسلامی تہذیب پر اغیار کے حملے

مغرب نے اپنے سیاسی غلبہ اور استحکام کے لیے جو تدابیر اختیار کیں، ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ اس نے اسلام کے سیاسی تصورات کو ہدفِ تنقید بنایا اور انھیں دورِ حاضر کے لیے ناقابلِ عمل ثابت کرنے کی سعی کی۔ مغرب کے سیاسی غلبہ کے ساتھ اس کی تہذیبی یلغار بھی جاری رہی۔ اسلامی تہذیب کو دورِ جاہلیت کی یادگار قرار دیا گیا، بلکہ ایک طرح سے اسے تضحیک کا نشانہ بنایا گیا۔ یہ کام علمی سطح پر اور منظم طریقہ سے اب بھی جاری ہے۔ مسلمان مفکرین، جو مغربی طرزِ حیات سے متاثر و مرعوب تھے، انھوں نے اس کی تائید بھی کی، یا زیادہ سے زیادہ اسلام کو مغربی افکار سے ہم آہنگ ثابت کرنے کی سعی کی، لیکن جن اصحابِ علم کی اسلامی تعلیمات پر گہری نظر تھی، انھوں نے اس مرعوبیت کو قبول نہیں کیا۔ انھوں نے اسلام کے سیاسی اور تہذیبی تصورات کی معقولیت اور برتری ثابت کی اور مغرب کی فکری و عملی کم زوریوں کی نشان دہی کی۔ یہ کاوشیں پہلے بھی ہو رہی تھیں، اب بھی جاری ہیں۔ حال میں مغرب کے ایک سیاسی مفکر Samuel P. Huntington نے ۱۹۹۲ء میں اپنی کتاب Clash of Civilizations میں اس بحث کو ایک نیا رخ دینے کی کوشش کی۔ اس نے اسے تہذیبوں کا ٹکراؤ قرار دیا ہے۔ اس نے بتایا کہ سرد جنگ کے خاتمہ کے ساتھ نظریاتی جنگ ختم ہوگئی۔ اب دنیا میں جنگ معیشت اور سیاست کی بنیاد پر نہیں، بلکہ تہذیب و کلچر کی بنیاد پر ہوگی۔ اپنی بحث میں اس نے خاص طور پر اسلام اور مغرب کو ایک دوسرے کے حریف کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور اس کے اسباب بھی بیان کیے ہیں۔

Huntington نے یہ بات تو صحیح کہی ہے کہ اسلام ایک نظریہ ہے جو اپنی حقانیت پر اصرار کرتا اور دنیا پر اپنا غلبہ چاہتا ہے اور مغرب بھی یہی چاہتا ہے، اس لیے تصادم جاری رہے گا، لیکن اس بحث میں اس نے عقیدہ اور کلچر کے فرق کو نظر انداز کر دیا

ہے۔ اسلام جس عقیدہ وفکر کا حامل ہے اس کو قبول کرنے سے انسان کے ذہن وفکر میں جو تبدیلی رونما ہوتی ہے اس کا اثر اقدارِ حیات کے تعیّن اور زندگی کے مختلف امور میں حسن وقبح، پسند وناپسند اور ردوقبول پر پڑتا ہے، لیکن جہاں تک کلچر اور رسوم وروایات کا تعلق ہے، اس کے جو اجزاء عقیدہ وفکر اور اس کے تصورِ حیات سے متصادم ہوں، ان کی وہ اصلاح کرتا ہے۔ باقی امور میں قومی وملکی روایات سے تعرض نہیں کرتا۔ چناں چہ اسلام جن علاقوں اور ملکوں میں پہنچا، وہاں کھانے پینے، لباس، زیب و زینت، نکاح اور معاشرت کے طریقے، خرید وفروخت کے معروفات میں کوئی تبدیلی نہیں کی، بلکہ کوئی خرابی تھی تو اس کی اصلاح کی۔ اس وجہ سے آپ دیکھیں گے کہ اسلام کے ساتھ مختلف مذاہب اور مختلف ملکوں کی تہذیبیں موجود ہیں۔ اسی طرح اس نے رہبانیت کے رجحان کو ختم کیا اور اس عیش وعشرت پر پابندی لگائی جو دولت کے ضیاع اور چند افراد کی نمود و نمائش اور فخر ومباہات کا ذریعہ بن جائے اور جس سے حق داروں کا حق تلف ہو۔ خود اہلِ عرب کا ایک کلچر تھا، اسلام نے اسے اصلاحات کے ساتھ باقی رکھا۔ اس موضوع پر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بڑی لمبی بحثیں کی ہیں۔ ان کا خلاصہ یہی ہے۔

## اسلام کا سیاسی فکر

دوسرا موضوع ہے سیاست۔ سیاست کا اطلاق عموماً دو امور پر ہوتا ہے: ایک سیاسی عقیدہ اور فکر اور دوسرا نظامِ سیاست۔ دونوں کو عام طور پر Politics کہا جاتا ہے۔ اسلام کا اپنا سیاسی فکر بھی ہے اور اس کا اپنا نظامِ سیاست بھی ہے۔ دونوں چیزوں کا تعلق انسان کے مجموعی تصورِ حیات سے ہے، جسے اسلام 'الدین' سے تعبیر کرتا ہے، اس کے نزدیک اسلام ہی اللہ کا دین ہے۔ یہی اللہ کے تمام رسولوں کا دین رہا ہے: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الاِسْلَامُ۔ (آل عمران: ۱۹) ''اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے''۔

اسلام کے معنیٰ ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے سر جھکا دینا اور اس کے حکم کی تابع داری کرنا۔ یہ پوری زندگی اور اس کے تمام شعبوں میں لازم ہے۔ سیاست اسی کا ایک حصہ ہے۔ اس کی دلیل میں قرآن کہتا ہے کہ پوری کائنات اسلام ہی پر قائم ہے، آسمان و زمین اور ان

میں پائی جانے والی تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے تابع ہیں۔ وہ اس سے سرمو روگردانی ،انحراف یا مخالفت نہیں کرتی ہیں۔ انسان اسی کائنات کا جز ہے۔ اسے بھی اسی کی اطاعت وفرماں برداری کی راہ اختیار کرنی چاہیے۔ اس سے انحراف اس کے لیے جائز نہیں ہے۔ چنانچہ جولوگ اسلام سے ہٹ کرکوئی دوسری راہ اختیار کرتے ہیں، ان کے بارے میں وہ کہتا ہے: اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ وَلَہٗ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضِ طَوْعاً وَّ کَرْھاً (آل عمران: ۸۳) ’’کیا یہ لوگ اللہ کی اطاعت کا طریقہ چھوڑ کرکوئی اور طریقہ چاہتے ہیں، حالاں کہ آسمان و زمین کی ساری چیزیں چار ونا چار اللہ ہی کی تابعِ فرمان ہیں۔‘‘ اسی سیاق میں آگے کہا گیا ہے: وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الِاسْلَامِ دِیْناً فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الآخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (آل عمران: ۸۵) ’’اسلام (اللہ کی اس فرماں برداری) کے سوا جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے اس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام و نامراد ہوگا۔‘‘ سیاست میں بنیادی سوال اقتدار اعلیٰ (Sovereignly) کا ہے۔ اقتدار اعلیٰ سے مراد یہ ہے کہ اس کا حکم آخری اور حتمی ہو، اس کے فرمان کو کہیں چیلنج نہ کیا جاسکے، اس سے سرتابی کا کسی کو حق نہ ہو۔ اسلام کے نزدیک یہ مقام صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو حاصل ہے، اس لیے کہ وہی اپنی مخلوق کا مالک ہے اور وہی امر ونہی کا حق رکھتا ہے: اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ (الانعام: ۵۷) ’’فیصلے کا سارا اختیار اللہ کو ہے۔‘‘ اس کا مطالبہ ہے: اِتَّبِعُوا مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَاءَ (الاعراف: ۳۰) ’’(اے لوگو!) جو کچھ تمھارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے، اس کی پیروی کرو اور اپنے رب کو چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو۔‘‘

اسلام نے عقیدہ کے ساتھ اس پر مبنی نظامِ حیات بھی دیا ہے، جسے وہ شریعت یا شاہ راہِ حیات کہتا ہے۔ اس نے اس شریعت کی مکمل اتباع کا حکم دیا ہے:

ثُمَّ جَعَلْنٰکَ عَلٰی شَرِیْعَۃٍ مِّنَ الاَمْرِ فَاتَّبِعْھَا وَلاَ تَتَّبِعْ اَھْوَاءَ الَّذِیْنَ لاَیَعْلَمُوْنَ (الجاثیۃ: ۱۸)

اس کے بعد اب (اے نبی) ہم نے تم کو دین کے معاملے میں ایک صاف شاہ راہ (شریعت) پر قائم کیا ہے۔ لہٰذا تم اسی پر چلو اوران لوگوں کی خواہشات کا اتباع نہ کرو جو علم نہیں رکھتے۔

شریعت بعض امور میں تفصیلی ہدایت دیتی ہے، بعض میں اصول وکلیات فراہم کرتی ہے اور اولی الامر اور اصحاب الرائی کو یہ حق دیتی ہے کہ وہ ان کی روشنی میں تفصیلات مرتب کریں۔ اس کے سلسلے میں اس نے یہ ہدایت کی ہے اسلام کے ماننے والے باہم مشورہ سے کوئی راستہ اختیار کریں۔ چنانچہ قرآن نے مسلمانوں کے متعلق کہا ہے: وَ اَمۡرُھُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَہُمۡ (الشوریٰ: ۳۸) ''ان کے معاملات باہم مشورے سے طے ہوتے ہیں۔'' اسلام نے اس کی شکل متعین نہیں کی، البتہ یہ ہدایت کی کہ جو بات طے ہو اس میں 'اولوالامر' کی اطاعت کی جائے۔ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ۔ 'اولو الامر' سے مراد حکام ہیں جن کے ہاتھ میں امر اور اختیار ہوتا ہے۔ اس سے علماء بھی مراد لیے گئے ہیں۔ اس لیے کہ اسلامی ریاست میں شریعت کو فیصلہ کن حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اس کی ترجمانی ماہرینِ شریعت ہی کر سکتے ہیں۔ اس پہلو سے اربابِ اقتدار بھی علماء کے تابع ہوں گے۔ اس کے ساتھ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ما بہ النزاع امور یا ایسے معاملات، جن میں اختلاف ہوسکتا ہے، ان میں اللہ اور رسول کی تعلیمات کی طرف رجوع کیا جائے۔ فیصلہ اس کے مطابق ہو۔ یہ اسلامی ریاست میں شریعت کی بالادستی کا اعلان ہے۔ اس کی پوری تفصیل سورۂ نساء کی اس آیت میں ہے: یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَ الرَّسُوۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَّ اَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا۔ (النسائ: ۵۹) یہ بھی کہا کہ مشورہ چند مخصوص افراد کے ساتھ نہ ہو، بلکہ اولو الامر کے درمیان ہو۔ اولوالامر سے مراد وہ لوگ ہیں جو سیاست میں حصہ لے رہے ہیں، ذمہ دار لوگ بھی ہیں۔ بعض تابعین نے کہا ہے کہ اولو الامر سے مراد علماء ہیں (تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر، دارالحدیث، القاھرۃ، ۲۰۰۵ئ، ۲/ ۳۸۴)

## اسلامی سیاست کی بنیادیں

اسلامی سیاست جن بنیادوں پر قائم ہے اور اس سلسلے میں جو مقاصد اسلام کے

پیشِ نظر ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ **انسان کے بنیادی حقوق کی حفاظت:** اس میں جان، مال، عزت و آبرو، رہائش اور دوا و علاج جیسے بہت سے حقوق آتے ہیں۔

۲۔ **آزادیٔ فکر و نظر:** اس میں مذہب کی آزادی بھی شامل ہے: لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ۔(البقرۃ:۲۵۶) ''دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے''۔

۳۔ **معاشرہ سے فساد کا خاتمہ:** یہ انبیاء کرام کی تعلیمات کا لازمی جز رہا ہے: وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِھَا(الاعراف:۵۶) ''زمین میں فساد برپا نہ کرو، جب کہ اس کی اصلاح ہو چکی ہے۔''

۴۔ **امر بالمعروف و نہی عن المنکر:** قرآن اسے اسلامی ریاست کا بنیادی مقصد قرار دیتا ہے۔معروفات کو عام کرنے اور منکرات کو ختم کرنے کی جدوجہد ترغیب و ترہیب اور تعلیم و تربیت کے ذریعہ ہوگی۔ضرورت پڑنے پر اس کے لیے طاقت بھی استعمال کی جاسکے گی: اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ(الحج:۴۱) ''یہ وہ لوگ ہیں جنھیں اگر ہم زمین پر اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے۔''

۵۔ **عدل و قسط کا قیام:** قرآن نے بتایا کہ عدل و قسط کا قیام انبیاء کرام کی تعلیم کا اہم مقصد رہا ہے: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ(الحدید:۲۵) ''ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی، تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔'' اس آیت میں ایک بات جو یہ کہی گئی کہ انسانوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ کے جو انبیاء آتے رہے، وہ بے بنیاد بات نہیں کرتے تھے، بلکہ دلائل کی روشنی میں اپنا نقطۂ نظر پیش کرتے تھے۔ان کو اللہ تعالیٰ نے قانون بھی دیا اور میزان بھی۔ میزان کا مطلب یہ ہے کہ انھیں عدل و انصاف قائم کرنے کا طریقہ بھی بتایا۔آگے فرمایا: وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْہِ بَأْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ(الحدید:۲۵) ''اور ہم نے لوہا اتارا، جس میں بڑا